Vol.7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

حریتِ انسانی کا نقیب، احسان دانش

ڈاکٹر سلمیٰ صدیقی
گورنمنٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین، واپڈا ٹاؤن، لاہور

Abstract

Ehsan Danish distinguished between the slave and the master, the subjugated and the ruler and the oppressed and the oppressor in this country through labor and labor. He saw that the life of the laborer was nothing but coercion and helplessness before the capitalist. It is kept so impoverished and impoverished that it lacks the essence of independence and sovereignty. Ehsan Danish has drawn pictures closer to the reality of the bitter moments of the life of workers and farmers. Even though the style of sadness, mourning and time is dominant in them

پاکستان میں جاگیر دارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کی بدترین شکل نمایاں ہوئی۔ یہاں مزارع اور کسان، جاگیر دار کا اور مزدور سرمایہ دار کا غلام بن گیا۔ جاگیر دار اور سرمایہ دار اپنے مزارعوں، کسانوں اور مزدوروں کے آقا اور حاکم کی حیثیت اختیار کر گئے۔ کسان اور مزدور محکوموں اور غلاموں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیئے گئے۔ کیونکہ جاگیر داروں اور سرمایہ داروں نے ملکی وسائل اور جاگیروں پر ناجائز قبضے جما لیے تھے۔ ماضی میں بھی ہندوستان کے عوام پر جاگیر داروں نے انگریزوں کے مفاد کے پیش نظر مظالم ڈھائے رکھے اور غداری کے صلے میں جاگیروں کے مالک بن گئے اور پاکستان بننے کے بعد یہی جاگیر دار ملک کی قسمت کے مالک بن گئے۔ انہی جاگیر داروں میں سے کچھ ملیں اور فیکٹریاں لگا کر سرمایہ دار بن بیٹھے اور مزدوروں کا استحصال کرنے لگے۔ مزدور اور کسان ان کی تجوریاں بھرنے کی مشینیں بن گئیں لیکن خود ہر نعمت سے محروم زندگی ان کے مقدر میں آئی۔ ایسی صورت میں بیشتر ترقی پسند شعرا نے مزدوروں اور کسانوں کے حق میں اور ان کی زندگی کی پامالی پر نظمیں لکھیں اور ان کی غلامانہ طرزِ زندگی، مجبوریوں اور لاچاریوں کو موضوع بنایا لیکن جس شاعر نے بذات خود بھی مزدوری کرتے ہوئے زندگی گزاری اور مزدوروں کی بدحالی اور غلام زندگی پر شاعری کی وہ احسان دانش ہیں۔

انہوں نے انتہائی آلام اور مصیبتوں میں زندگی گزاری۔ غربت کے شدید دن دیکھے۔ اور اس وجہ سے اپنی باقاعدہ تعلیم بھی جاری نہ رکھ سکے۔ اور ابتدا سے ہی محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے گھر والوں کا پیٹ پالنے لگے۔ یہ رباعی کے اشعار خود ان کی زندگی کا بیان ہیں۔ کہتے ہیں:

بے وجہ ہے کب سیف زبانی میری
صدموں سے ہے بھرپور کہانی میری
افراطِ غم و کثرت آلام نہ پوچھ
مفلس کا بڑھاپا ہے جوانی مری (۱۳۹)

احسان دانش کے والد اور والدہ بھی مزدوری کر کے گھر چلاتے رہے اسی لیے مزدوری اور مزدور احسان دانش کا بہت گہرا تجربہ اور مشاہدہ بن گیا۔ اس مزدوری نے احسان دانش کو بصیرت کا تحفہ کیسے دیا؟ اس کے بارے میں اُن کا یہ بیان اہم ہے۔ لکھتے ہیں :

”میری مزدوری مجھے معماری تک لے گئی۔ مگر اس میں مطالعہ کی گنجائش اور اچھی سوسائٹی کا فقدان تھا۔ مزدوروں سے مہتوں کا رویہ، معماروں سے بڑے مستری کا برتاؤ، ٹھیکیداروں کی شاطرانہ دولت سازی، یہ سب میرے دل میں کھٹکنے لگیں اور اس چیز نے بڑھتے بڑھتے نقاب کے وہ گوشے اٹھائے کہ میں انسان کے گروہ میں فرشتوں اور شیطانوں کی تمیز کرنے لگا۔“(140)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

لہذا احسان دانش نے مزدور اور مزدوری کے توسط سے اس ملک میں غلام اور آقا محکوم و حاکم اور مظلوم و ظالم کی تمیز کی۔ انہوں نے دیکھا کہ مزدور کی زندگی، سرمایہ دار کے سامنے مجبوری اور لاچاری کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اسے اس قدر مفلس اور نادار رکھا جاتا ہے کہ اس میں آزادی اور مختاری کا مادہ ہی نہیں رہتا۔ مفلسی اصل میں غلامی کی طرف جانے والی سب سے اہم راہ ہے۔ اسی لیے احسان دانش کا یہ لب و لہجہ ظہور میں آتا ہے:

لہو میں ہے مری امید کے گرمی قیامت کی
میں آزادی کا حامی خلفشارِ بہم کیا جانوں؟
مرا مذہب محبت، مشغلہ میرا فدا کاری
میں الہام جنون وشوق میں ترمیم کیا جانوں؟
مرے سجدے حدودِ خلد سے بچ کر نکلتے ہیں
بھلا میں تاجرانہ طاعت و تعظیم کیا جانوں؟
مجھے شمس و قمر دیتے ہیں درس رازِ تابانی
میں یہ لفظوں میں کفنائی ہوئی تعلیم کیا جانوں؟
مرے معیار عبدیت پہ سر دھنتے ہیں سیارے
میں یہ دہر و حرم کی ناروا تقسیم کیا جانوں؟(141)

احسان دانش نے مزدوروں اور کسانوں کے تلخ لمحاتِ زندگی کی حقیقت سے زیادہ قریب تصویریں کھینچی ہیں۔ اگرچہ ان میں الم انگیزی، نوحے اور وقت کا انداز غالب ہے۔ تاہم احسان نے محنت کش طبقات کے شب و روز کا مطالعہ و مشاہدہ قریب سے کیا ہے، بلکہ خود ان شب و روز سے گزرے ہیں۔ اس لیے وہ اس طبقے کے جذبات واحساسات کو زیادہ خوبی سے پیش کرتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار:

> ”ان کی شاعری میں محنت کش طبقے کی حالت نوحہ غم سے عبارت اور نغمہ شادی سے بیگانہ سہی، لیکن ان کی الم انگیز زندگی اپنے دامن میں کچھ ایسی خصوصیات بھی چھپائے ہوئے ہے، جو اونچے طبقوں کی زندگی میں خال خال ہی نظر آتی ہیں۔ ناسازگار حالات کی چکی نے اس طبقے کو پیس کر خاک میں ملایا ہوا ہے، لیکن اس خاک میں بھی کچھ ایسے ایسے درخشاں ذرات ہیں، جو اپنی تابانی اور چمک دمک سے دنیا کو عظمتِ انسانی کا سبق دے سکتے ہیں۔“(142)

یہی وجہ ہے کہ احسان دانش کے ہاں مزدور کی شان اور انسانی وقار اور خودداری کا احساس نمایاں ہے۔ مثلاً اپنی ایک نظم ”پرستش اور مزدور“ میں مزدور کی جو عکاسی کی ہے وہ بہت شان والی ہے۔ دیکھئے:

سامنے ستیلا کے مندر میں
چند مزدور ہیں غریقِ نیاز
دھوپ ہے یوں کلس پر جلوہ فروز
ضبطِ الفت سے جیسے دل میں گداز
جھک رہے ہیں قدم پہ دیوی کے
یہ زمانے کے شیر دل جاں باز
خشک ہونٹوں کے بھیگے بھیگے خط
سرد پلکوں کی پنکھیاں ناساز
گردِ راہ سے اٹے ہوئے چہرے
مشکلوں میں شباب کا آغاز (۱۴۳)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

اپنی ایک اور نظم ''ایک امیر زادے سے'' میں احسان دانش، مزدور کے حوصلوں، ہمت، درمندی اور باغیانہ لب ولہجہ کو اس طرح منعکس کرتے ہیں کہ مزدور کی عزت کئی گناہ زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ مزدور کا عزم وحوصلہ متاثر کیے بغیر نہیں رہتا۔ دیکھئے مزدور، ایک امیر زادے سے مخاطب ہو کر کیا کہتا ہے:

میری عسرت کو حقارت کی نگاہوں سے نہ دیکھ
اپنی خودداری کو کب پستی میں لا سکتا ہوں میں
بن سکتی نہیں مری کوئی ضرورت التجا
اپنے بل بوتے پر کوہِ غم اٹھا سکتا ہوں میں
میرے ہر ذرے میں رخشندہ ہے روحِ آفتاب
اپنے ہر آنسو سے اک طوفاں اٹھا سکتا ہوں میں
کھل نہیں سکتی مرے ایمان میں فاقوں سے درز
ضعف پر رنگِ توانائی چڑھا سکتا ہوں میں
ہے مری پرواز زہریلی ہواؤں میں مگر
گردشِ افلاک کا خاکہ اڑا سکتا ہوں میں
میری ناداری مجھے مغموم کر سکتی نہیں
ہر پریشانی کو آئینہ دکھا سکتا ہوں میں
وضعداری میرے غیرت مند اشکوں کی نہ پوچھ
موت سے پنجہ ملا کر مسکرا سکتا ہوں میں
ضبطِ غم ضبطِ فغاں، ضبطِ تمناء ضبطِ اشک
الغرض ہر مورچہ پر فتح پا سکتا ہوں میں (۱۴۴)

اس کے علاوہ احسان دانش کی نظم ''باغی کا خواب'' اس سماجی نظام کے خلاف بغاوت اور انقلاب کی راہ سمجھاتی ہے جس نے مزدور اور کسان کی محنت کا رس چوس لیا ہے اور اسے بنیادی انسانی ضروریات تک سے محروم کر رکھا ہے۔ اصل میں احسان دانش سب سے زیادہ تنقید کا نشانہ جاگیر دار اور سرمایہ داری نظام کو بناتے ہیں۔ وہ انہیں کسی بھی معاشرے کی بنیادی خرابی سمجھتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ جب تک کوئی سماج ان کے مضمرات سے چھٹکارا نہیں پاتا وہ صحت مند معاشرہ نہیں بن سکتا۔ بقول ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار:

''احسان، مزدوروں اور کسانوں کو مقدر پر قانع رہنے کی بجائے تدبیر کی راہ سمجھاتا ہے۔ جاگیرداری اور سرمایہ داری کوئی الٰہیاتی چیزیں نہیں، بلکہ سماجی نظام کے ناسور ہیں، جن کا علاج کر کے انسان سماجی نظام کو صحت مند بنا سکتا ہے۔'' (۱۴۵)

احسان دانش کو اس بات کا یقین ہے کہ اس سرزمین پر ایک وقت ضرور ایسا آئے گا جب یہاں طبقاتی امتیازات ختم ہو جائیں گے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو یہ سرزمین بھی بغاوت اور انقلاب کے شعلوں سے تہ و بالا ہو جائے گی۔ ان کی نظم ''الہامِ سحر'' اسی احساس کی ترجمان ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

مفلسی رو کر اٹھے گی سرزمینِ ہند سے
دور ہو جائے گی یہ کالک جبینِ ہند سے
ورنہ اک دن ضبطِ غم سے تنگ آ جائیں گے یہ
جب نہ کھانے کو ملے گا، تم کو کھا جائیں گے یہ
ان کی فریادوں سے لگ جاتی ہے کہساروں میں آگ

ان کے آنسو لوٹ لیتے ہیں ستاروں کے سہاگ
موت کے تیور ہیں ان کی گود کے پالے ہوئے
آسماں ہے ان کے قدموں پر سپر ڈالے ہوئے
ان کی جرات توڑ دیتی ہے طلسم انتظام
ہے بغاوت ان کی باندی انقلاب ان کا غلام
مرد آمادہ نہیں ہوتے گدائی کے لیے
ہوتے ہیں پیدا یہ خنجر آزمائی کے لیے(۱۴۶)

بلاشبہ ان افکار و اشعار میں انقلاب ایک نعرہ نہیں بلکہ ایک حقیقت کے روپ میں نمودار ہوا ہے۔ لیکن یہ بھی ہے کہ شاعر اس حقیقت کی جستجو میں نظر آتا ہے۔ وہ تلاش میں ہے کہ وہ اثر اور وہ شرر کہاں ہے جو صدیوں سے چلے آ رہے۔ اس غلامی اور محکومی کے نظام کو ادل بدل دے۔ جو حریت انسانی کا نقیب بن کر انسان کو عظمتوں اور رفعتوں کی طرف گامزن کر سکے۔ اور کمال یہ ہے کہ ان کی اس جستجو میں امید کا پہلو موجود ہے وہ مستقبل سے مایوس نہیں اس لیے وہ اپنی اس تلاش کو ''کوششِ رنگین'' کا نام دیتے ہیں۔

میں گریہ پیہم میں اثر ڈھونڈ رہا ہوں
موجوں کے تلاطم میں شرر ڈھونڈ رہا ہوں
نغمات کی لہروں میں تخیل کی نظر سے
لطفِ تپش سوزِ جگر ڈھونڈ رہا ہوں
میں رات کے تابندہ ستاروں کی جبیں میں
شامِ غم ہستی کی سحر ڈھونڈ رہا ہوں
ہے جس کے لیے زینتِ اقطاعِ دو عالم
میں مقصدِ تخلیق بشر ڈھونڈ رہا ہوں
احسان مری کوشش رنگیں کوئی دیکھے
قطرات کے سینوں میں گہر ڈھونڈ رہا ہوں(147)

سرمایہ داروں نے مزدوروں کی زندگی کا کیا حشر کر دیا ہے اس کی موثر تصویر احسان دانش نے اپنی نظم ''مزدور کی موت'' میں پیش کی ہے۔ یہ انتہائی اہم اور قابل ذکر نظم ہے۔ احسان دانش نے سرمایہ داروں کے سرمایے کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مزدور کی محنت سے سرمایہ دار خود تو سرمایہ اکٹھا کر لیتا ہے مگر مزدور کی زندگی کس قدر افلاس اور غربت کا شکار رہتی ہے اس کا اندازہ کرنا بھی انتہائی مشکل ہے۔ ''مزدور کی موت'' ایک طویل نظم ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ ایک مزدور کس طرح کی محروم اور محکوم زندگی بسر کرنے کے بعد لاچارگی میں موت کا شکار ہو جاتا ہے جو ایسے معاشرے میں اس کا نصیب بنا دی گئی ہے۔ مزدور کے افلاس اور اس کے غم زدہ گھر کا نقشہ دیکھئے ، احسان دانش لکھتے ہیں :

اہل زر کے روشن و پر کیف ایوانوں سے دور
شہر کی سرحد پر بازاروں کے دامانوں سے دور
ایک ٹوٹا سا مکان ہے یاس و حرماں در کنار
بام و در سہمے ہوئے خستہ منڈیریں سوگوار
سرمگی چھپر دھوئیں، صحن ناہموار سا
ذرہ ذرہ سر بسر ناساز سا، بیمار سا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

آگ چولہے میں نہیں، یہ شدت افلاس ہے
گھر کا گھر اوڑھے ہوئے گویا ردائے یاس ہے
گھر ہے کیا عکسِ الم ظلمت کے آئینے میں ہے
اک سلگتا داغ آدھی رات کے سینے میں ہے(148)

احسان دانش اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ اہل زر طبقہ نے عوام کو فقیر اور مفلس بنا دیا ہے۔ ہمارے ملک میں بے شمار وسائل ہیں لیکن ایک خاص طبقہ ان وسائل پر قابض ہو کر باقی عوام کو ان سے محروم کر دیتا ہے اور خود عیش و عشرت کا بازار گرم کرتا ہے۔ یہ ناانصافی اور وسائل کی غلط تقسیم ہے جو ایک طرف امارت اور ایک طرف غربت کا نقشہ کھینچتی ہے۔ جو ایک طبقہ کو حاکم اور باقی سب کو محکوم بناتی ہے۔ جو انسانوں کو انسانوں کی صف سے نکال دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یہ ماننے کو تیار نہیں کہ ہمارا ملک غریب ہے۔ ہاں یہاں کے باشندے ضرور غریب اور فقیر ہیں۔ لہذا وہ ایک نظم ''امیر ملک کے فقیر باشندے'' میں لکھتے ہیں۔ جس میں یہی بات زیادہ کھل کر بیان کی گئی ہے کہتے ہیں:

وہ ملک جہاں زر برسائیں مخمور گھٹائیں گردوں سے
وہ ملک جہاں ضو پھیلائیں زرتار شعاعیں گردوں سے
وہ ملک جہاں گلزاروں میں اٹھلا کے ہوائیں چلتی ہوں
وہ ملک جہاں میدانوں میں جنت کی بہاریں پلتی ہوں
وہ ملک جو مشرق و مغرب کی اقوام کا پالن ہار بھی ہو
افسوس وہاں کے لوگوں پر افلاس بھی ہو اور بار بھی ہو(۱۴۹)

غرض یہ کہ احسان دانش کی زندگی مصیبتوں اور تکلیفوں میں گزری۔ انہوں نے غربت اور افلاس کا مزا چکھا لہذا ان کی شاعری میں درد و غم کی شدید لہر دوڑتی نظر آتی ہے۔ ان کے جذبات میں شدت بھی ہے اور زندگی کا عمیق تجربہ بھی۔ دو سرمایہ داری نظام کے خلاف بہت زور و شور سے لکھتے ہیں۔ وہ زندگی کو غلامی اور محکومی میں بسر ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔ اس لیے ان کی شاعری انقلابی ہے اور وہ زندگی کے نظام کو بدلنے کا عزم رکھتے ہیں۔ ان کی آواز میں حریت انسانی کے لیے للکار موجود ہے۔ اور یہی احسان دانش کا کمال ہے۔

حوالہ جات

1۔ احسان دانش، ''نوائے کارگر'' ، لاہور، مکتبہ دانش، ۱۹۶۱، ص ۱۵۵
2۔ ایضاً، ص:9
3۔ ایضاً، ص:201
4۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، ''اردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر''، ص:484،485
5۔ احسان دانش، ''نوائے کارگر'' ، لاہور، مکتبہ دانش، ۱۹۶۱، ص:111
6۔ ایضاً، ص:208،209
7۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، ''اردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر''، ص:485
8۔ احسان دانش: '' آتشِ خاموش'' ، لاہور، مکتبہ دانش، ۱۹۶۸، ص ۸۰
9۔ احسان دانش، ''نوائے کارگر'' ، لاہور، مکتبہ دانش، ۱۹۶۱، ص:208،209
10۔ ایضاً، ص:125
11۔ احسان دانش، '' امیر ملک کے فقیر باشندے''، مشمولہ: ''محنت کشوں کے نام شاعری'' ، مرتبہ: ڈاکٹر سید جعفر احمد، کراچی، پاکستان اسٹڈی سنٹر، ۲۰۱۲، ص: ۷۰